قرآن مجید اور سائنس کے تعلق کی نوعیت،اہمیت و ضرورت

غلام حیدر تیونو*

ABSTRACT

Two things human beings to reflect and the reconciliation between these statements and the lines can extract with ease. That man did not know about any of those things and goods through the universe, the Quran said. Secondly, it has been in the material world of the universe, it can be concluded that so far, just being by God and is not without any reason that , in other words, each vowel (cause) and effect (effect) the highest (Purpose) is necessarily driven, and every step of every object in the universe and is the result of the three-member process.

Key Words: غور و فکر، کائنات، تخلیق، مشاہدہ، شعور

تعارف:

اسلام کے لفظی معنی اطاعت کے ہیں ،اسلام کامل اور مکمل ضابطۂ حیات ہے اور فطرت کا دین ہے اسلام کائنات کے ظاہری اور چھپے ہوئے وجود کے ظاہر ہونے اور انسان کے متعلق سارے احوال اور تبدیلیوں پر نظر رکھنے والا دین ہے۔ یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ اسلام نے یونانی فلسفوں کے ارد گرد بھٹکنے والے انسانوں کو علم کی روشنی سے منوّر کرتے ہوئے سائنسی علوم کی بنیادیں مہیا کیں۔ اسلامی تعلیمات کا اہم اور بنیادی ماخذ قرآن مجید ہے اور انسان قرآن مجید کا بنیادی موضوع ہے، انسان کو بار بار اس بات کی دعوت دی گئی کہ وہ ارد گرد میں پیش آنے والے واقعات، حالات اور تغیرات سے باخبر رہے اور ان پر تفکر و تدبر کرے۔ اللہ رب العزت کی طرف سے عطا کردہ علم و عقل اور قوت و شعور سے کائنات کے ظاہری و باطنی رازوں پر سوچے۔ اللہ تبارک و تعالی نے کامل مسلمان کے صفات قرآن مجید کے اندر کچھ یوں ارشاد فرمائی ہے:

* ریسرچ اسکالر، جامعہ سندھ، جام شورو

انَّ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلاَفِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ لِّأُوْلِي الْأَلْبَابِ الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَى جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمَٰوَاتِ وَالأَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَذَا بَاطِلاً سُبْحَانَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ [1]

"زمین اور آسمانوں کی پیدائش میں اور دن اور رات کے باری باری سے آنے میں ان ہوشمند لوگوں کے لیے بہت نشانیاں ہیں جو اٹھتے، بیٹھتے اور لیٹتے، ہر حال میں اللہ کو یاد کرتے ہیں اور آسمان وزمین کی ساخت میں غور وفکر کرتے ہیں (وہ بے اختیار بول اٹھتے ہیں) پروردگار! یہ سب کچھ تونے فضول اور بے مقصد نہیں بنایا ہے، تو پاک ہے اس سے کہ عبس کام کرے—پس اے رب ! ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔[2]

سائنس اور مذہب کے باہمی ربط کو سمجھنا اس لئے بھی ضروری ہے کہ اس سوال کے دونوں ہی جز انسانی زندگی اور خصوصاً عصر حاضر میں نہایت اہمیت کے حامل ہیں، ایسی اہمیت جس سے صرفِ نظر نہیں کیا جاسکتا۔ اگر یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ اس بیان میں کوئی مبالغہ نہیں کہ دونوں ہی چیزیں آج کے ہر انسان کے لئے ناگزیر ہیں، اور اگر کوئی اس حقیقت سے ناواقف یا کسی سبب سے اس بدیہی حقیقت کو قبول کرنے سے صرفِ نظر کرتا ہے، تو وہ خود اپنی زندگی کو نامکمل بنانے اور ناقص رکھنے کی سعیِ نامشکور کرتا ہے، خواہ اسے خود اس کا علم تک نہ ہو۔قرآنِ حکیم نے ایمان والوں کی بنیادی صفات وشرائط کے ضمن میں جو اَوصاف ذِکر کئے ہیں اُن میں آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں غور وفکر اوت تفکر وتدبر(علمِ تخلیقیات (Cosmology) کو بنیادی اہمیت حاصل ہوئی۔[3] موجودہ دور سائنسی علوم کے عروج کا دور کہلایا جاتاہے۔ سائنس کو بجا طور پر عصری علوم(Contemporary Knowledge) سے تعبیر کیا جاتاہے۔ لہٰذا دوَر جدید میں دین کی صحیح اور نتیجہ خیز اشاعت کا کام سائنس کے جدید بنیادوں پر ہی بہتر طریقے سے پورا کیا جاسکتے ہے اس دور میں اس کام کی اہمیت پچھلے صدیوں سے کہیں زیادہ بڑھ کر ہے کہ مسلم معاشروں میں جدید سائنسی علوم کی ترویج کو فروغ دیا جائے اور دینی تعلیم کو سائنسی تعلیم سے ربط جوڑ کر حقانیت اسلام کا بول بالا کیا جائے۔ دور حاضر کے مسلمان طالب علم کے لئے اس ربط کو قرآن وحدیث کی روشنی میں سمجھنا اہم ہے۔[4] مذہب خالق(Creator)پر بحث کرتاہے اور سائنس اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ خلق (Creation)پر، یعنی کہ مذہب کا موضوع خالق اور سائنس کا موضوع خالق کی پیدا کی ہوئی مخلوق ہے اگر اللہ تبارک وتعالیٰ کی بنائی ہوئی کائنات میں

تفکر وتدبر اور سوچ وبچار درست اور مثبت انداز میں کی جائے تو اس مثبت تحقیق پر لامحالہ انسان کو خالق کی معرفت نصیب ہوگی اور وہ بے اختیار پکار اٹھے گا۔[5]

ربّنا ما خلقت ھذا باطلا [6]

ترجمہ: اے ہمارے رب! تو نے یہ سب کچھ بے فائدہ پیدا نہیں کیا۔

اس آیت کی تفسیر حافظ صلاح الدین یوسف نے تفسیر احسن البیان میں اس طرح کی ہے: یعنی وہ لوگ جو زمین و آسمان کی تخلیق اور کائنات کے دیگر اسرار ورموز پر غور وفکر کرتے ہیں، انھیں کائنات کے خالق اور اس کے اصل فرمانروا کی معرفت حاصل ہو جاتی ہے اور وہ سمجھ جاتے ہیں کے اتنی طویل وعریض کائنات کا یے لگا بندھا نظام جس میں ذرا خلل نظر نہیں آتا، یقیناً اس کے پیچھے ایک اعلی ہستی ہے جو اس نظام کو ایک منظم طور پر چلارہی ہے اور اس کی تدبیر کررہی ہے اور وہ ہے اللہ رب کائنات کی ذات[7]۔ یہ گفتگو اس اعتبار سے کی جاتی ہے کہ سائنس مذہب کا انکار کر کے جن خطرات سے دوچار ہورہی ہے، ان سے بچنے کا محفوظ طریقہ مذہب کے زیر سایہ آجانے کے سوا کچھ نہیں ہے، یہی فطرت کا تقاضا بھی ہے۔ لیکن ایک اور پہلو سے بھی سائنس کو مذہب کی چھتری درکار ہے، سائنس نے انکشافات واکتشافات کے میدان میں تو یقیناً بے حد ترقی کرلی ہے، مگر وہ اخلاقیات اور نفسیات کے میدان میں بہت پیچھے ہے، ان میدانوں میں اس کے انحطاط پر یہ کہنا بھی صحیح ہے کہ سائنس جیسے جیسے نئ نئ ترقی سامنے لارہی ہے، اخلاقیات کے میدان میں اس کا تنزل اور انحطاط اسی رفتار سے زیادہ ہورہاہے۔[8]

اہمیت وضرورت

اس حقیقت میں کوئی شبہ نہیں کہ کائنات، حیات اور انسان سے بارے میں سائنس جو حقیقتیں سامنے لاتی ہے، ان سے قرآن کی بعض ان آیات کو زیادہ بہتر طور پر سمجھنے میں مدد ملتی ہے جن میں کسی نہ کسی طرح ان حقائق سے تعرض کیا گیا ہوتا ہے جیسے قرآن مجید میں فرمان باری تعالی ہے:

سَنُرِیْھِمْ اٰیٰتِنَا فِی الْآفَاقِ وَفِیْ اَنْفُسِھِمْ یَتَبَیَّنَ حَتّٰی لَھُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ..[9]

ترجمہ: "جلد ہم انھیں اپنی نشانیاں آفاق (دنیا) میں بھی اور خود ان کی ذات میں بھی دکھائیں گے حتیٰ کہ ان کے لیے واضح ہو جائے گا کہ بے شک یہ (قرآن) حق ہے"۔

اس آیت میں اللہ رب العزت نے انسان کی داخلی نشانیوں(Internal Signs)اور کائنات کے اندر مختلف جگہ بکھری ہوئی باہری نشانیوں(External Signs) کو دکھائیں گے۔ جن کو دیکھ کر بندہ خود ہی بے تحاشہ پکار اٹھے گا کہ جو چیز اللہ تبارک وتعالی نے بتادی ہے وہ سب حق ہے۔[10]قرآن مجید کی چاہت اور مقصد انسان ذات کی ہدایت اور اس کی دنیاوی اور اخروی زندگی درست کرنا ہے۔اس حساب سے دیکھا جائے تو قرآن مجید کا طریقہ سائنسی اور معروضی ہے۔وہ اپنے پیش کردہ نظریوں اور دعوائوں پر آنکھیں بند کرکے ایمان لانے کے بجائے اللہ رب العزت کی کائنات کی قدرت کے اشتکار اور کمالات کو دیکھ کر تجربے پہ تفکر وتدبر اور ان کا مشاہدہ وتجربہ کرکے ایمان لانے کی بات کرتا ہے۔ سائنس بھی تو ان قدرتی کمالات کو دیکھنے اور تجربے کا نام ہے۔اس کا مطلب یہ ہوا کہ سائنس ایک ایسی چیز کا نام ہے جو قرآن حکیم کے مقصد کا حاصل اور غرض کا ذریعہ ہے۔ قرآن مجید رب کائنات کا کلام ہے۔ اس میں ایسی باتوں کا کا پایا جانا محال ہے جو مشاہدہ سے حاصل ہوتی ہوں مگر حقیقت اس کے بالکل برعکس ہو۔ قرآن مجید میں ایسی چیزوں کا پایا جانا بھی ناگزیر ہے کہ مختلف ادوار میں لوگوں کو اللہ رب کائنات، پیغمبر اور اس کے کلام کی حقانیت کی طرف توجہ دلانے کا ذریعہ بنیں۔ چنانچہ جس جگہ کچھ نئی سائنسی حقیقتیں قرآن مجید کے کچھ بیانوں کی زیادہ سمجھ کا سبب بنتے ہیں، اس جگہ سائنسی نوعیت اور پیش گوئیوں کے قبیل کے بیانات قرآنی معروضی رویے کے حامل غیر مسلم جو اہل علم اور سائنس کی تعلیم کے حامل ہیں۔ان کو قرآن حکیم کی طرف توجہ دلانے کا ذریعہ بھی بنتے ہیں۔

قرآن نے ان علوم کی طرف جو دعوت دی ہے وہ کائنات کے مظاہر میں تفکر وتدبر اور دنیا کی نعمتوں سے مفید ہونے اور اس کی چیزوں سے عبرت حاصل کرنے کی دعوت پر مشتمل ہے۔ارشاد ربانی ہے:

انظُرُواْ مَاذَا فِيْ السَّمٰوٰتِ وَالأَرْضِ[11]

ترجمہ:ان کو بتادو "جو کچھ زمین اور آسمانوں میں ہے اس کو آنکھیں کھول کر دیکھو"۔[12]

ایک اور جگہ آیا ہے:

وَالأَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَأَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ وَأَنبَتْنَا فِيْهَا مِن كُلِّ شَيْءٍ مَّوْزُوْنٍ۔[13]

ہم نے زمین کو پھیلایا، اس میں پہاڑ جمائے، اس میں ہر نوع کی نباتات ٹھیک ٹھیک نپی تلی مقدار کے ساتھ اگائی۔

اس آیت میں لفظ "موزون" (ٹھیک ٹھیک نپی تلی مقدار) بڑی گہری اور عجیب و غریب تعبیر ہے۔ علم کیمیا (CHEMISTRY) اور علم نباتات (BOTANY) میں مہارت رکھنے والوں نے ثابت کیا ہے کہ کوئی نبات جن عناصر پر باندھی ہوئی ہوتی ہے، ہر عنصر ان میں سے ایک متعین مقدار میں شامل ہوتا ہے۔ اس مقدار کا صحیح اندازہ ناپ تول کی گہری مشینوں کے ذریعے، جن سے سینٹی گرام اور ملی گرام بھی ناپا جاتا ہے، کیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح ہر نبات میں یہ عناصر ایک خاص تناسب سے رہتے ہیں۔ آیت میں کل شئ (ہر چیز) کہا گیا ہے، جس میں انتہائی عام طور پر پائے جاتے ہے اور ان کی صفت "موزون" لائی جاتی ہے۔ ان ذرائع سے ایسے فنّی سائنسی مسائل کی طرف اشارہ دیا جاتا ہے جو اس دور سے پہلے کسی انسان کے حاشیۂ خیال میں بھی نہیں آ سکتے تھے۔

جب سے انسانی زندگی زمین پر شروع ہوئی ہے تب سے انسان نے ہمیشہ تخلیق کے اس عظیم منصوبے میں اسکی اپنی حیثیت اور خود زندگی کے مقاصد سمجھنے کی سعی کی ہے۔ سچ کی اس تلاش میں صدیوں کے اس عرصے میں اور مختلف تہذیبوں نے منظم طور پر مذہب کو مستقل زندگی کی تشکیل دے دی، اور اعلی حدود تک انسانی تاریخ کا راستہ متعین کیا۔ اسی طرح بعض مذاہب کی بنیاد لکھی ہوئی کتب پر مشتمل ہے -

انسان کے ذہن میں اب یے سوال آتا ہے کہ قرآن حکیم اور جدید سائنس میں یکسانیت اور مطابقت ملتی ہے یا نہیں۔ اس کے جواب میں سب سے پہلے یہ بات انسان کو ذہن نشین کرنی چاہئے کہ قرآن سائنس کی کتاب نہیں بلکہ یہ نشانیوں یعنی آیات کی کتاب ہے۔ قرآن مجید میں چھ ہزار دو سو چھتیس آیات ہیں، جن میں ایک ہزار سے زائد آیات سائنسی علوم کے بارے میں بتاتی ہیں اور سائنس کی معلومات فراہم کرتی ہیں[14]۔

قرآن کریم میں جہاں سائنس کا ذکر ملتا ہے وہاں مذہب کا تذکرہ بھی موجود ہے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ سائنس اور مذہب کا اکٹھا ذکر ملتا ہے، مگر یہ دور حاضر کا المیہ ہے کہ سائنس اور مذہب دونوں کی سربراہی ایک دوسرے سے ناآشنا لوگوں کے پاس ہے۔ اسی طرح ان دونوں قسم کے لوگ ایک دوسرے کے مقابلے میں دوسرے علم سے دور ہونے کی وجہ سے اسے دوسرے علوم کو اپنے علوم سے مخالف اور ان علوم کو آپس میں ربط و تعلق سے علحد گی تصور کرتے ہیں۔ جسے عام لوگ ناقص علم اور کم فہمی کے باعث سائنس اور مذہب میں تضاد سمجھتے ہیں۔

قرآن مجید میں مستقبل کی سائنسی ترقی کا ذکر:

قرآن مجید کے بیان کندہ اسلوب سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ قرآن مجید میں مستقبل کی باتوں کا ذکر اشارات کی صورت میں ملتا ہے اور سائنس کی ترقی کے اتنے زیادہ اشارات قرآن حکیم میں موجود ہیں کہ قرآن اور سائنس کا ایک ساتھ علم رکھنے والے آدمی کو قرآن شریف سائنسی تحقیق کا انسائیکلوپیڈیا محسوس ہوگا۔ قرآن مجید میں تفکر وتدبر کرنے کی بیحد اہمیت اور ضرورت ہے جسے قرآن مجید نے بہت مرتبہ فرمایاہے، قرآن مجید میں بہت سے ایسی مثالیں موجود ہیں لیکن کچھ مختصر طور پر ذکر کرتے ہیں۔ حضرت موسیٰؑ کے معجزات کے حوالے سے دو علوم یعنی علوم نجوم اور علم جادو کا تذکرہ آیاہے، جن سے مراد قوم فرعون کے لوگ ہیں اور وہ ان علوم میں ماہر تھے اور اتنی اہمیت کے حامل تھے کہ اللہ رب العزت نے قرآن حکیم میں ان کا تفصیل سے کئی بار ذکر فرمایا۔ اور تاریخی حقائق سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ علوم آجکل اتنی ترقی کی منزل پر بالکل نہیں ہیں جتنی ترقی ان علوم کو فرعون کے عہد میں تھی۔ یعنی اس علم میں ترقی کی ابھی کافی گنجائش ہو سکتی ہے اور اس لحاظ سے مستقبل میں اس کے ترقی کے کافی امکانات ہو سکتے ہیں۔ اسی طرح اس جیسا ایک اور مثال حضرت یوسفؑ کی زندگی و حالات کے واقعے میں رؤیا کی تعبیر اور باتوں کا انجام نکالنے کا ذکر کیا گیاہے۔ اللہ تبارک وتعالی نے یہ علم دوسرے انبیاء کے علاوہ حضرت یوسفؑ کو خود سکھایا اسی وجہ سے اس علوم کے جواز میں کسی قسم کے کوئی شک وشبہہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے، جیسا پہلے ذکر کیا گیا کہ آجکل کے زمانے میں اس علم کو سائنس کی حیثیت حاصل نہیں ہے بلکہ جو بزرگ خواب کی تعبیر بتاتے ہیں وہ اپنی دل کے خلوص سے اندازہ بتاتاہے۔ اگر یہ باقاعدہ علم ہوتا تو اس کو سکھایا جاسکتا اور اس پر دوسرے علوم کی طرح کئی مستند کتب بھی لکھی ہوئی ہوتیں اور علمی مراکز میں بھی اس کی درس وتدریس کا بھی باقاعدہ نظام بنایا جاتا۔[15]

قرآن مجید اور علم الطب(Holy Quran and Medical Science):

علاج ومعالجہ اور طبی خدمات سماجی خدمات کی فہرست میں آتی ہیں اگر ایک ڈاکٹر نیت کے خلوص کے ساتھ کسی مریض کا علاج کرے۔ اور وہ مریض صحتیاب ہو جائے تو اس ڈاکٹر کے لئے ایسا یہ عمل ہے جیسا کہ اس نے پوری دنیا کے انسانوں کو زندگی عطا کی اور اگر اس کی کسی غفلت، کام چوری یا سستی یا غلط تشخیص یا غلط دوائی تجویز کرنے سے

کوئی مریض فوت ہو جاتا ہے تو یہ ایسا ہے جیسا کہ اس نے پوری دنیا کے انسانوں کی جان لی۔

مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا[16]

تخلیق کائنات (The Big Bang) :

فلکیات کے ماہرین نے کائنات کی تخلیق کی وضاحت ایک مقبول نظریے بگ بینگ سے کرتے ہیں۔ان کے نزدیک کائنات شروع میں ایک بڑی کمیت (Primary Nebula) تھی پھر بگ بینگ (دوسری علیحدگی) ہوئی، جس کے باعث کہکشائیں (Galaxies) ظہور پذیر ہوئیں۔ پھر یہ کائنات ستاروں، سیاروں، شمس و قمر کی صورت میں منقسم ہو گئیں[17]۔ کائنات کی شروعات بلکل اچھوتی تھی اور ایسا اتفاقیہ ہو جانے کا کوئی امکان ہی نہیں تھا، کائنات کی ابتدا سے متعلق مندرجہ ذیل آیت ہمیں بتاتی ہے کہ

اَوَلَم یَرَ الَّذِین کَفَرُّوا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالاَرِض کانتا رتقا ففتقنھما[18]

ترجمہ: "کیا کفار نے دیکھا نہیں کہ بے شک آسمان اور زمین دونوں ملے ہوئے تھے، تو ہم نے جدا جدا کر دیا"

شعبہ تقابل ادیان کا مشہور ماہر ڈاکٹر محمد ذاکر نائیک اس آیت کے بارے میں کہتے ہیں کہ قرآن مجید کی اس آیت اور بگ بینگ کے نظریے کے درمیان مطابقت سے انکار کرنا ناممکن ہے۔ چونکہ ایک کتاب جو کہ چودہ سو سال پہلے عرب میں نمودار ہوئی، اس عمیق سائنسی حقیقت کی حامل کیسے ہو سکتی ہے؟

مذہب اور سائنس کے بنیاد میں فرق:

مذہب اور سائنس دونوں میں عدم تضاد کا سب سے پہلا سبب یہ ہے کہ دونوں کی بنیادیں ہی الگ الگ ہیں۔ حقیقت میں سائنس کا موضوع "علم" ہے اور علم کا موضوع "ایمان" ہے۔ علم ظن پر ہوتا ہے اسی بناپر اس میں خطا کا اندیشہ پایا جاتا ہے اور سائنس کی تمام پیش رفت اقدام و خطاء(Trial & Error) لمبی کوشش و کاوش سے عبارت ہے۔جبکہ ایمان کی بنیاد شبہات کے برعکس یقین پر ہوتی ہے، اسی لئے اس میں غلطی کا کوئی اندیشہ موجود نہیں۔ جبکہ قرآن حکیم کی سورۃ البقرۃ میں اللہ رب العزت نے ایمان والوں کو اپنی خوشخبری ان الفاظ میں بیان فرمائی ہے:

الذین یومنون بالغیب [19]

ترجمہ: جو غیب پر ایمان لاتے ہیں۔

گویا ایمان مذہب کی بنیاد ہے ، جس کو تجربہ اور مشاہدہ کے بنیاد پر حاصل نہیں کیا جاسکتا بلکہ اسے کسی مشاہدے کے بغیر یقین پر نصیب ہوتا ہے۔یعنی ایمان کے لیئے کسی مشاہدے کی ضرورت نہیں بلکہ اسے بھروسہ کہ ذریعے حاصل کیا جاتا ہے۔ایمان اس حقیقت کو سچی دل سے قبول کرنے کا نام ہے جو مشاہدے میں نہیں آتے اور غیب کے پردہ میں رہتے ہیں۔اس کو ہم اپنے خود ساختہ علم کے ذریعے سے معلوم نہیں کر سکتے بلکہ انہیں تجربات اور مشاہدات کے بغیر صرف اور صرف اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے بتائے ہوئے حکم سے تسلیم کیا جاتا ہے، مذہب ان حقائق کی بنیاد پر مبنی ہے، جو اوپر بیان ہو چکے ہیں۔اس کے بر عکس ہمیں جو چیزیں مشاہدے میں آرہی ہیں جن کے بارے میں حقائق اور مشاہدات روزمرہ کی زندگی میں ہمارے تجربے میں آتے رہے ہیں، ان مشاہدات و حقیقت کا علم سائنس کہلاتا ہے۔چنانچہ سائنس انسان کے ہاتھوں سے تشکیل پانے والا علم (Human acquired Wisdom)ہے، جبکہ مذہب اللہ تبارک وتعالی کی طرف سے عطاکردہ علم (Allah-Gifted Wisdom) ہے۔اسی لئے یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ سائنس کا سارا علوم امکانات پر مشتمل ہوتا ہے جبکہ مذہب میں کوئی امکانات نہیں بلکہ وہ(Human acquired Wisdom)سراسر قطعیات پر مشتمل ہوتا ہے۔مذہب کی ساری حقیقت و وثائق اور حتمیت(Certainty & Finality) پر باندھی ہوئی ہیں یعنی مذہب کی ہر بات حتمی اور واجب حکم کی حیثیت رکھتی ہے اس کہ بالمقابل سائنس کا آغاز اور اس کی بنیاد ہی مفروضوں (Hypothesis)پر مبنی ہے اسی لئے سائنس میں امکان کا درجہ(degree of probability)زیادہ تر مشتمل ہوتا ہے۔ مفروضہ، مشاہدہ اور تجربہ کے مختلف مرحلوں سے طئ کر کہ کوئی شی قانون (law) کے درجہ پر پہنچتی ہے اور اس کے بعد جا کر اُس کا علم 'حقیقت' کے زُمرے میں تصور کیا جاتا ہے، سائنس کی تحقیقات کی ساری پیش رفت میں در حقیقت صورتحال اس نتیجے پر ہے کہ جن حقائق کو ہم بارہا اپنی عقل کی کسوٹی پر جانچنے اور مشاہدے کرنے کے بعد سائنسی قوانین تسلیم کرتے ہیں اُن میں بھی زیادہ تر تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں۔چنانچہ ان حقائق کی بناء اور

اس زائد تفریق کی بنیاد پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ مذہب اور سائنس میں ٹکراؤ کا امکان ہی خارج از بحث ہے۔[20] قرآن اور سائنس کے تعلق کے بارے میں جو علوم پائے جاتے ہیں ان کو مختصر طور پہ جائزہ لینا بہت اہم ہیں۔

1: علم الطب(Medical Science):

طب کے علوم میں تاریخ اسلامی بھی عدیم المثال مقام کی حیثیت رکھتی ہے، اس علوم کے تحقیقی میدان میں ابوالقاسم، ابن رشد، الکندی، الرازی زہراوی اور ابن سینا کے نام فہرست میں شمار ہوتے ہیں۔ مسلمان سائنس دانوں نے اسلام کے پہلے زمانے میں ہی اعلی قسم کے طبّی ادارے(Medical Colleges)اور ہسپتالیوں کی بنیاد ڈالی تھی، جہاں علم الادویہ(Pharmacy)اور علم الجراحت(Surgery)کی درس وتدریس بھی ہوتی تھیں۔[21]

ابوالحسن بن سینا(Avicenna) (1037ء)نے "القانون"(Canon of Medicine) جیسی تصنیف لکھ کر طب کی دنیامین ایک عظیم دور کی بنیاد ڈالی-اس تصنیف کے تراجم عربی، لاطینی اور دوسری زبانوں میں بھی کیا گیا، اسی طرح یہ تصنیف سن 1650ء میں اتنی ترقی پذیر ہوئی کہ یے کتاب یورپ کے مختلف یونیورسٹیز کے نصاب میں بھی شامل رہی[22]۔

دنیائے اسلام کے نامور طبیب الرازی(930ء)نے علم الطب(Medical Science)پر دوسو سے زائد کتابوں کی تصنیف کی تھیں، ان کتب میں سے بعض کتب کا لاطینی، انگریزی اور اس کے علاوہ دوسری جدید زبانوں میں ان تراجم کئے گئے اور انھیں صرف 1498ء سے 1866ء تک تقریبا چالیس مرتبہ چھاپا گیا smallpoxاورMeaslesپر سب سے اول الرازی نے ہی متعارف کرواکر پیش کئے۔[23]

البیرونی ابوریحان(1048ء)نے pharmacology کی تصنیف کی۔ علی بن عیسیٰ بغدادی اور عمار الموصلی کی اَمراضِ چشم اور ophthalmology پر لکھی گئی کتب اٹھارویں صدی عیسوی کے نصف اوّل تک یورپ اور فرانس کے طبّی کالیجز(medical colleges) میں textbooks کے طور پر ان کے نصاب میں شامل تھیں۔ ایک مغربی مفکرE. G. Browne جو غیر مسلم تھے، وہ مسلمانوں کی ان باتوں کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتا ہے: "جب عیسائی یورپ کے لوگ اپنی صحتیابی کے لئے اپنے بتوں کے سامنے اپنا سر

جھکاتے تھے اُس وقت مسلمانوں کے ہاں لائسنس یافتہ ڈاکٹرز، معالجین، ماہرین اور شاندار ہسپتال موجود تھے"۔

"اِسلامی دُنیا میں دسویں صدی عیسوی سے ہی طب کے علوم اور علم الادویہ کا باقائدہ نظام رکھا گیا تھا۔ ایک وقت ایسا تھا جس وقت سنان بن ثابت نے بغداد میں ممتحنین کے بورڈ کے رئیس تھے۔ ادویہ سازوں کو بھی باقاعدہ منظم کیا گیا تھا اور عربوں نے ہی سب سے پہلے میڈیکل سٹورز قائم کئے حتیٰ کہ طبّی نقطۂ نظر سے حجاموں کی دُکانوں کا بھی معائنہ کیا جاتا تھا۔ گیارہویں صدی عیسوی میں سفری (mobile) ہسپتالوں کا بھی ذِکر ملتا ہے۔ 1284ء کے قریب دِمشق میں قائم شدہ عظیمُ الشان 'المنصور ہسپتال' موجود تھا۔ جس کے دروازے امیر و غریب، مرد و خواتین، غرض تمام مریضوں کے لئے کھلے تھے اور اُس ہسپتال میں عورتوں اور مردوں کے لئے علیحدہ علیحدہ وارڈ موجود تھے۔ ایک وارڈ مکمل طور پر بخار کے لئے (fever ward) ایک آنکھوں کی بیماریوں کے لئے (eye ward) ایک وارڈ سرجری کے لئے (surgical ward) اور ایک وارڈ پیچش (dysentery) اور آنتوں کی بیماریوں (intestinal ailments) کے لئے مخصوص تھا۔ علاوہ ازیں اُس ہسپتال میں باورچی خانے، لیکچر ہال اور اَدویات مہیا کرنے کی ڈسپنسریاں بھی تھیں اور اِسی طرح طب کی تقریباً ہر شاخ کے لئے یہاں اِہتمام کیا گیا تھا"۔

یہ بات بھی اہم ہے کہ مسلمانوں کی طبّی تحقیقات و تعلیمات کے تراجم یورپی زبانوں میں کئے گئے جن کے ذریعے یہ سائنسی علوم یورپی مغربی دُنیا تک منتقل ہوئے۔ خاص طور پر ابوالقاسم الزہراوی اور المجوسی کی کتب نے طبّی تحقیق کی دُنیا میں اِنقلاب بپا کیا۔

"اُن کے طبّی علم اور معلومات والی کتب جن کا بعدازاں لاطینی اور یورپی زبانوں میں تراجم ہوئے، اُن کی اِنسانی جسم میں خون کی گردِش کے متعلق علم کی وُسعت کا اِنکشاف سامنے آتا ہیں۔ 'ابوالقاسم الزہراوی' کی جراحی پر تحقیق 'کتابُ التصریف لِمَن عجز عنِ التالیف' اس کتاب کا ترجمہ Cremona کے Gerard نے لاطینی زبان میں کیا، اور اس کی ایک صدی بعد Shem-tob ben Isaac نے بھی عبرانی زبان میں اس کا ترجمہ کیا۔ اِس طبّی علوم کے میدان میں ایک اور اہم ترین کام المجوسی (وفات 982ء) کی تصنیف 'کتابُ الملیکی' ہے، 'براؤن' کے مطابق ان اشیاء سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ مسلمان طبیبوں کو شریانوں کے سسٹم کے متعلق بنیادِی معلومات

اور تصوّرات معلوم تھیں اور 'میکس میئر ہوف' کے الفاظوں میں 'ابنُ النفیس' (وفات 1288ء) وقت اور مرتبے کے لحاظ سے 'ولیم ہاروے' کا پیش رو تھا۔ در حقیقت انھیں 'مائیکل سرویٹس' سے تین صدیاں قبل سینے میں پھیپھڑوں کی حرکت اور خون کی گردِش کا سراغ لگایا تھا۔ خون صاف کئے جانے کے بعد بڑی بڑی شریانوں میں وہ یقیناً پھیپھڑے کی شریانوں میں بلند ہونا چاہئے تاکہ اُس کا حجم بڑھ سکے اور وہ ہوا کے ساتھ مل سکے تاکہ اُس کا بہترین حصہ صاف شفاف ہو جائے اور وہ نبض کی شریان تک پہنچ سکے جس سے یہ دِل کے بائیں حصے میں پہنچتا ہے"۔ [24]

نتیجہ:

قرآنِ مجید ایک ایسا منبعِ علوم ہے جو مختلفُ الجہات (ہمہ جہت) ہونے کے علاوہ تمام علوم کا جامع بھی ہے۔ قرآنِ مجید کے علاوہ کوئی اِلہامی کتاب (بیک وقت) اِن ہمہ وصف خاصیتوں کی حامل نہیں ہو سکتی۔ سائنسی ترقی کے آغاز سے لے کر ترقی کی موجودہ اَوجِ ثریا تک کے اَدوار میں جب ہم قرآنی تعلیمات اور اِنسانی (کاوشوں کی زائیدہ) سائنس کی دریافتوں اور تجربات کے مابین نسبت قائم کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو قرآنی تعلیمات پر ہمارا ایمان پہلے سے بھی مضبوط تر ہوتا چلا جاتا ہے۔ مزید برآں قرآنِ حکیم خود اپنی آیات کو بہتر طور پر سمجھنے کے لئے سائنسی بنیادوں پر تفکر وتدبر کی درس دیتا ہے۔

قرآنِ حکیم کائنات کے جن حیاتیاتی اور طبعی حقائق کو بیان کرتا ہے، جدید سائنسی علوم کا فیض عام ہونے سے قبل اِنسانیت اُنہیں جاننے سے قاصر تھی۔ اَب جبکہ قرآنِ مجید کے اِن بیانات کی بلا شک و شبہ کاملاً تصدیق میسر آ چکی ہے، لٰہذا کسی بھی غیر متعصّب شخص کو اِس کی باقی تعلیمات کے قبولنے میں ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرنی چاہیئے۔ خاص طور پر جب اِن تعلیمات کی عملی توجیہہ دُنیا میں موجود ہر چیز سے بالا و بَرتر ہے۔

اگرچہ (اِقدام و خطاء کے) اِمکانات اور سائنسی مشاہدات کی مختلف تعبیرات کا پہلو بھی (شکوک و شبہات پیدا کرتے ہوئے) ذِہن پر چھایا رہتا ہے مگر پھر بھی مذکورہ بالا وُجوہات سائنسی تناظر میں قرآنِ مجید کے مطالعہ کو ناگزیر قرار دیتی ہیں، جس کا سبب یہ ہے کہ سائنسی مشاہدات کی توضیح و تشریح میں پائے جانے والے اِختلافات منطق، گرامر اور دُوسرے لِسانی قواعد کے ماہرین میں پائے جانے والے اِختلافات ہی کی طرح (معمولی نوعیت کے حامل) ہیں۔

حوالہ جات

1. آل عمران،3 : 190،191
2. مودودی،ابوالاعلیٰ سید، تفہیم القرآن(ترجمہ سورہ آل عمران آیت نمبر191،190)لاہور ترجمان القرآن
3. القادری،ڈاکٹر محمد طاہر،اسلام اور جدید سائنس، صفحہ52،فرید ملت ریسرچ انسٹیٹیوٹ، منہاج القرآن پرنٹر لاہور، جولائی2012ع
4. محولا بالا، صفحہ57
5. محولا بالا، صفحہ58
6. آل عمران،191/3
7. القرآن، حافظ صلاح الدین یوسف، تفسیر احسن البیان، دار السلام، صفحہ125،(تفسیر آل عمران:191)
8. سائنس اور آج کی دنیا،ماہنامہ ترجمان القرآن لاہور، دسمبر1994ء
9. (41 : حٰم السجدۃ :53)، تفسیر احسن البیان، ص:787
10. القادری،اسلام اور جدید سائنس صفحہ59،58
11. یونس،آیت:100
12. ترجمہ تفہیم القرآن
13. الحجر:۱۹
14. نائیک،ڈاکٹر محمد ذاکر، قرآن اور جدید سائنس، صفحہ70، مطبع:زاہد بشیر پرنٹر لاہور
15. جاہ حشمت ڈاکٹر، قرآن اور جدید سائنس،لاہور اردو بازار صفحہ89،88
16. المائدہ،آیت32
17. نائک،ڈاکٹر محمد ذاکر عبدالکریم۔قرآن اور جدید سائنس، صفحہ72،71
18. الانبیآء،آیت:30
19. البقرۃ:آیت3،2
20. القادری،ڈاکٹر محمد طاہر،اسلام اور جدید سائنس صفحہ61
21. محولا بالا
22. محولا بالا، صفحہ95،94،
23. محولا بالا، صفحہ،95
24. (Ibn al-Nafis and his Theory of the Lasser Circulation, Islamic Science, 23 : 166, June, 1935)